وکیوا کی چیل

امریکہ کے سب سے پرانے باشندے ریڈ انڈین کہلاتے تھے۔ یہ لوگ مچھلی اور جنگلی جانوروں کا شکار کر کے اپنا پیٹ بھرتے، یا پھر جنگلی پھل اور پھلیاں کھایا کرتے۔ تھوڑی بہت کاشت کاری بھی کرلیتے تھے۔

وکیوا ایک نو دس برس کا انڈین لڑکا تھا۔ ایک دن وہ اپنے ترکش میں تیر لیے پہاڑیوں میں شکار کی تلاش میں نکلا ہوا تھا۔ ایک پہاڑی کے دامن میں اسے ایک زخمی چیل کا بچہ نظر آیا۔ یہ چیل غالباً کسی اونچی چٹان سے گر گئی تھی اور اس کا ایک پر ٹوٹ گیا تھا۔ انڈین چیلوں سے تنگ رہتے تھے کیونکہ جب وہ اپنی پکڑی ہوئی مچھلیاں سکھانے کے لیے باہر رسیوں پر ڈالتے (سوکھی مچھلیاں زیادہ عرصے رکھ کر کھائی جاسکتی ہیں) تو چیلیں ان پر جھپٹ کر انھیں لے اڑتی تھیں۔ چنانچہ ویکیوا نے چیل کے بچے کو دیکھتے ہی تیر کمان میں لگایا اور قریب تھا کہ اس کا کام تمام کردیتا، مگر اسی لمحے اس کی نظر چیل کی آنکھوں پر پڑی۔ ان میں خوف تھا اور ننھی چیل کا پورا جسم اس خوف سے تھرتھرا رہا تھا۔

ویکیوا کا ہاتھ رک گیا۔ اس نے تیر کو واپس ترکش میں ڈالا اور آہستہ سے چیل کی طرف بڑھا۔ چیل اس کو دیکھے جارہی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانک رہے تھے۔ شکاری لڑکے کی آنکھوں میں حد درجے کا رحم تھا، اور نرمی تھی۔ چیل نے جیسے سمجھ لیا کہ وہ اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ لڑکے نے آہستہ آہستہ اس کے پر سہلائے۔ آرام پہنچنے پر چیل کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ اور پھر ویکیوا نے اسے بہت احتیاط سے اٹھایا اور گھر لے گیا۔

گھر پہنچ کر ویکیوا نے چیل کے ٹوٹے ہوئے پر کو گیلے کپڑے سے صاف کیا اور اس پر نرم چمڑے کی پٹی باندھ دی۔ اس کے بعد اس نے گھاس پھوس سے ایک گھونسلہ سا بنایا اور زخمی چیل کو اس میں رکھ دیا۔

جب ویکیوا کا باپ گھر آیا تو چیل کو دیکھ کر فوراً اسے مارنے کو دوڑا۔ مگر جب بیٹے نے بہت منت سماجت کی تو اس شرط پر زندہ چھوڑ دیا کہ جیسے ہی چیل دوبارہ صحت مند ہوجائے تو لڑکا فوراً

اسے اڑا دے گا۔ ''میں چوروں کو ہرگز اپنے گھر میں نہیں پالوں گا!'' وہ گرجا۔

لڑکا مان گیا۔ اب اسے چیل سے اور بھی زیادہ ہمدردی ہوگئی اور وہ خوب توجہ سے اس کی دیکھ بھال کرنے لگا۔

کوئی دو مہینے اس طرح گزر گئے۔ چیل اب بڑی ہوگئی تھی اور لڑکے کی توجہ نے اسے خوب صحت مند کردیا تھا۔ تب وہ دن آیا جب ویکیوا کو اپنے باپ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرنا تھا۔ وہ چیل کو لے کر گھر سے بہت دور چلا گیا جہاں کھلا آسمان تھا اور شکاری نہیں تھے۔ ویکیوا نے وہاں اسے آزاد کردیا۔

چیل نے پہلی بار اپنے پروں کی طاقت محسوس کی۔ وہ اڑی ، اور پھر خوب اونچی اڑی۔ اس نے آسمان کے کئی چکر لگائے۔ نئ نئ آزادی نے اسے مست کردیا تھا۔ ویکیوا مظبوط پروں پر اس کی اڑان دیکھ کر خوش ہو رہا تھا، مگر ساتھ ہی افسردہ بھی تھا۔ اب رخصت ہونے کا وقت آگیا ۔ ویکیوا نے چاہا کہ وہ چپکے سے وہاں سے چلا جائے، مگر چیل نے اسے دیکھ لیا اور جھپٹ کر نیچے آگئی۔ سارا دن وہ ویکیوا کے اوپر اس کے ساتھ ساتھ اڑتی رہی۔ آخر ویکیوا ایک کھوکھلے درخت میں چھپ گیا۔ چیل اسے تلاش کرتی رہی مگر پھر ناامید ہو کر وہاں سے چلی گئی۔

دو برس گزر گئے۔ تیسرے سال ہر سال کی طرح سردیاں ختم ہوئیں اور بہار آگئی۔ یہ سامن (salmon) مچھلی کے پکڑنے کا موسم تھا۔ انڈین مرد، عورتیں، اور بچے تک، تازی مچھلی کھانے کے شوق میں اپنی چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر دریا میں ان کا شکار کیا کرتے تھے۔ دریا میں کئی فٹ کی اونچائی سے ایک بڑا آبشار گرتا تھا۔ سب سے اچھی اور بڑی مچھلیاں آبشار کے اوپر ملا کرتی تھیں۔ مگر کم ہی انڈین اتنے دلیر تھے کہ وہ آبشار کے اوپر تیزرفتار پانی میں مچھلی کے شکار کا خطرہ اٹھاتے۔

بہار کی ایک صبح ویکیوا نے برچھا سنبھالا اور چھوٹی سی کشتی میں بیٹھ کر آبشار کے اوپر پانی میں مچھلی کا شکار کھیلنے لگا۔ یہاں مچھلیوں کی بہتات تھی۔ بڑی بڑی سامن مچھلیوں کے چاندی جیسے جسم پر کہیں کہیں سرخی کی لہریں چمکتی تھیں۔ وہ کشتی کے ساتھ ساتھ چل رہی تھیں، اور ویکیوا انھیں برچھے سے پکڑ پکڑ کر کشتی میں ڈال رہا تھا۔ وہ اتنا محو ہوگیا تھا کہ اسے احساس نہ

ہوا کہ اس کی کشتی آبشار کے قریب پہنچ چکی تھی ۔آبشار کا پانی زور و شور کے ساتھ کئی فٹ نیچے دریا میں گرتا تھا۔ جب اس شور سے ویکیوا ہوش میں آیا تو اس نے اپنی کشتی کو آبشار کے دہانے کے قریب پایا۔ گھبرا کر اس نے اپنے پوری طاقت لگائی اورکشتی کا رخ موڑلیا۔ کشتی مڑ تو گئی مگر اس کا چپو ایک بھیانک آواز کے ساتھ دو ٹکرے ہوگیا! ویکیوا کے منھ سے ایک چیخ نکلی۔ اس نے ٹوٹے ہوئے چپو سے کشتی کو آبشار کی طرف پھسلنے سے روکنے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہوا۔ تب اس نے تباہی کی طرف لے جاتی ہوئی کشتی میں گھٹنے ٹیک لیے اور وہ حمد پڑھنے لگا جو بہادر انڈین یقینی موت کا سامنا ہونے پر پڑھا کرتے تھے۔

اتنے میں کشتی پر ایک سایہ پڑا۔ ویکیوا نے اوپر دیکھا تو اسے ایک بہت بڑی چیل نظر آئی جس کے شان دار پروں نے سورج کو ڈھانپ لیا تھا۔ چیل کے پاؤں نیچے اور اس کے بہت قریب آچکے تھے۔ ویکیوا کے منہ سے خوشی کی ایک چیخ نکلی۔ وہ کشتی میں کھڑا ہوگیا اور اس نے چیل کے دونوں پاؤں اپنے ہاتھوں سے تھام لیے۔

چیل کے لیے ویکیوا کا بوجھ کم نہ تھا۔ مگر وہ اپنی پوری طاقت سے گرجتے ہوئے آبشار سے دور دریا کے کنارے اسے پہنچانے میں کامیاب ہو گئی۔

دونوں تھکن سے چور تھے۔ چیل ذرا دیر دریا کے کنارے پڑی رہی ۔ اور پھر اس کے مظبوط پر، جنھیں کبھی دو چھوٹے چھوٹے ہاتھوں نے بحال کیا تھا، اسے آسمان کی بلندیوں میں اڑا لے گئے۔

ماخوذ

آمنہ اظفر